از ارشادات حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی
جامعہ اسلامیہ بہاولپور ـــ ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء
ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

روزے کا فلسفہ

ـــ اگر تقریر میں کوئی خامی ہو تو جامع کی طرف منسوب کی جائے ۔ "ادارہ" ـــ

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ـــ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح پچھلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے ۔ تاکہ تم پرہیزگار (خدا سے ڈرنے والے) بن جاؤ ـــ

برادران اسلام ! آج میں ایک شاہی فرمان یا حکم یعنی فرضیت روزہ کا فلسفہ بیان کرتا ہوں شہنشاہی حکم ہے چاہے دنیا روزہ رکھے یا نہ رکھے نہ حکم کو ذرہ بھر نقصان پہنچتا ہے نہ حاکم کو ۔ اور نہ روزہ رکھنے میں حاکم کا فائدہ ہے ۔ اگر فائدہ ہے تو بھی روزہ رکھنے والے کا ہے ۔ اور اگر نقصان ہے تو بھی اپنا ہے ـــ اللہ تعالیٰ حکیم ہے ، یہ کارخانہ کائنات اس کی حکمت کا گواہ ہے سائنس کیا چیز ہے ۔ قدرت کے قوانین کا جاننا ہر کام میں اس کی حکمت یقینی ہے ۔ اور بعض جگہ قرآن نے اسے بیان بھی کیا ہے ۔ لیکن بنیادی طور پر بندہ کے لئے اپنا عمل اس کے حکمت اور فائدہ جاننے پر موقوف نہیں کرنا چاہئے مثلاً آج اگر ایک افسر نوکر کو کہے کہ فلاں فائل لاؤ اور جواب میں نوکر کہے کہ اس فائل کے لانے میں فلسفہ اور حکمت کیا ہے تو وہ افسر اسی وقت اس نوکر کو برخواست کر دے گا ۔ اگر ایک معمولی افسر جو اللہ کے مقابلے میں ایک ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا ، اس سے حکمت نہیں پوچھی جاسکتی تو اللہ کے احکام میں کیونکر حکمتیں تلاش کرتے پھریں ۔ دوئم یہ اگر انسانی عقل کسی حکم کی حکمت بتلا بھی دے ، تو حکمت سے حکم کی عظمت ختم ہو جاتی ہے اور جب حکم اپنی شان پر قائم رہتا ہے تو اسکی عظمت بھی باقی رہتی ہے ۔ اور پھر اللہ کی حکمتیں بھی کروڑوں ہیں ۔ انسانی علم میں تو صرف ایک آدھ آئے گی ، تو پھر بھی حکم کی عظمت کو نقصان پہنچا ۔ جس طرح اسباب زندگی کا ایک اہم سبب آفتاب ہے ، اسی طرح روحانی زندگی کے لئے سبب قرآن ہے ۔ نہ سورج میں ترمیم ہوسکتی ہے

نہ قرآن میں ترمیم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں وقتی بنائی ہیں وہ ختم ہوجاتی ہیں، اور جو دوامی بنائی ہیں وہ اپنے دوام پر قائم و دائم رہتی ہیں۔ جس طرح آفتاب و ماہتاب کو قدامت کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا، اس طرح قرآن اور اس کے احکام ہر دم تازہ اور ابدی ہیں۔

ارکانِ اسلام

اسلام کے پانچ رکن ہیں یعنی اسلام کی ہیئت ترکیبی پانچ اجزا سے مرکب ہے جن میں سے ایک روزہ ہے۔ انسان بھی پانچ اجزا سے مرکب ہے۔ جگر، دل، معدہ، دماغ اور روح جو شخصی زندگی میں ایک بنیادی چیز ہے، اور اسی طرح ملی زندگی یعنی اسلام میں بھی بنیادی چیز کلمۂ شہادت یعنی لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اگر یہ جز مکمل نہیں تو کچھ بھی باقی نہیں ——

روزے کا معنیٰ

اسلام سے پہلے صوم کا معنیٰ صرف بندش اور رک جانے کا تھا۔ مثلاً جو گھوڑا گھاس نہیں کھاتا تھا اسے صائم کہتے تھے۔ پھر اسلام نے ایک خاص ہیئت کے ساتھ خاص زمانے میں نیت کے ساتھ چند خواہشات کی بندش کا نام روزہ رکھا۔

روزہ ایک عمل ہے، ہمارے اندر ایمانی مشینری تب گرم ہوگی کہ روزہ کے ذریعہ روحانی قوتوں کو غالب کیا جاسکے اور حیوانی قوت مغلوب ہو۔ روزے کا ایک محرک ہے اور دوسرا اس کا ثمرہ یعنی نتیجہ، اس آیت کریمہ سے دونوں معلوم ہوتے ہیں۔ روزے کا سب سے بڑا محرک ایمان ہے۔ اس لئے آغاز اس سے ہوا کہ —— یاایّھا الذین اٰمنوا۔ (اے ایمان والو) —— اور ہر عمل کیلئے حقیقت میں ایمان ہی محرک ہوتا ہے۔

کسان ہل جوتتا ہے، بیج ڈالتا ہے۔ یہ مسلسل عمل اس ایمان اور یقین کی وجہ سے کرتا ہے۔ کہ فائدہ حاصل ہوگا۔ غرض کائنات کی ہر قربانی اور محنت کا سبب وہ ایمان اور یقین ہوتا ہے، جو اس عمل کے نتائج کے بارہ میں ہو —— اسی طرح کسی کام کا محرک کبھی کبھی حکم حاکم بھی ہوتا ہے۔ رعایا حاکم اعلیٰ کے حکم پر چلتی ہے، تو حکم حاکم بھی ایک چیز ہے، ورنہ حکم نہ ماننے پر آدمی باغی بنتا ہے۔

حکومتوں کے احکام دو طریقوں پر صادر ہوتے ہیں، کبھی تحریری اور کبھی تقریری تو روزے کا دوسرا محرک قرآن نے حکم حاکم بتایا۔ فرمایا کہ کتب علیکم الصیام۔ (تم پر روزوں کی فرضیت لکھی گئی ہے) گویا سرکاری گزٹ میں اس کا اندراج ہوا ہے۔ تحریری آرڈر ہے، اور عموماً تحریری آرڈر زبانی آرڈر سے سخت ہوتا ہے۔ پھر حکم کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک خصوصی اور ایک عمومی۔ خصوصی حکم وہ ہوتا ہے جو کسی ایک ضلع یا صوبہ کیلئے ہو اور عمومی حکم وہ ہوتا ہے جو بین الاقوامی یا انٹرنیشنل ہو۔ تو روزہ

کے متعلق فرمایا کہ یہ ایک بین الاقوامی فریضہ ہے۔ اور تمام اقوام پر فرض کیا گیا ہے۔
کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (جیسے تم سے پہلے امتوں پر فرض کیا گیا ہے) اس سے آگے ثمرہ اور نتیجہ کا بیان ہے کہ لعلکم تتقون۔ (تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔)
ایک ہے تعمیر فرد اور ایک ہے تعمیر ملت۔ مثلاً ایک مشین تب صحیح کام کرے گی کہ اس کا ہر ایک پرزہ ٹھیک ہو، دوم یہ کہ پوری مشین کا ہر ایک پرزہ ٹھیک جگہ پر فٹ بھی ہو۔ اسلام ایک اجتماعی نظام ہے اور ہر مسلمان اس کا ایک پرزہ ہے۔ ملت کی اصلاح کے لئے پہلے فرد کی تعمیر ضروری ہے۔ تاکہ وہ ملی نظام کے لئے درست پرزہ بن سکے۔ اس کے بعد ملی نظام ہے کہ ایک شخص کو ٹھیک جگہ پر ملت میں فٹ کیا جائے اور اگر تنظیم نہ ہو تو کام بگڑ جائے گا۔ مشرق و مغرب کے تمام ماہرین نفسیات متفق ہیں کہ فرد کے صالح اور کامل ہونے کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ خواہشات پر حاکم ہو۔ لذتوں کا غلام اور محکوم نہ ہو۔ لذت بذاتِ خود مقصود نہیں۔ روزانہ آپ دیکھتے ہیں کہ لذت سے مغلوب ہونا نقصان دہ اور اس پر قابو پانا فائدہ مند ہوتا ہے۔ آج دنیا میں کتنے لوگ مریض ہوں گے جنہیں ڈاکٹروں نے کتنی چیزوں سے منع کیا ہوگا۔؟ اب اگر مریض لذت کا محکوم ہو تو یہ مریض بگڑ جائے گا۔ (بلکہ مر جائے گا۔) آج تم دیکھتے ہو کہ بڑی بڑی عدالتیں مجرموں کے لئے بنی ہیں۔ چور کہتا ہے مجھے چوری میں، ڈاکو کہتا ہے مجھے ڈاکہ زنی میں، زانی کہتا ہے مجھے زنا میں لذت ہے تو اگر اپنی اپنی لذت کے مطابق چلنے کی آزادی ہو۔ تو یہ تمام عدالتیں وغیرہ ختم ہو جائیں۔ غرض یہ کہ تعمیر فرد کے لئے بنیادی چیز خواہشات اور لذتوں کو قبضہ میں لانا ہے۔ مگر لذت پر حکومت کیلئے اس سے اعلیٰ لذت کا تصور ضروری ہوتا ہے۔ مریض جو لذیذ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اور ایم۔ اے تک جو طلبہ مشکلات برداشت کرتے ہیں۔ تو یہ صرف اعلیٰ لذت صحت اور عہدہ و ملازمت وغیرہ کی خاطر چھوٹی لذتیں قربان کر دیتے ہیں۔ ادنیٰ لذت اعلیٰ لذت پر قربان کی جائے۔ تب کامیابی ہوتی ہے۔ لذت کی کئی اقسام ہیں۔ ۱۔ لذت مادی ۔۲۔ لذت حسی یعنی وجدانی۔ ۳۔ لذت اُخروی ۔۴۔ لذتِ الٰہی۔
لذتِ مادی وہ ہے جو آجکل انگریز اور یورپین اقوام کے تمام تعلیم و ترقی کا آخری نقطۂ نگاہ ہے۔ اور اسکی کئی قسمیں ہیں۔ زبان کی لذت کھانا پینا۔ کان کی لذت اچھی آواز سننا۔ ناک کی لذت اچھی چیزیں سونگھنا وغیرہ مگر بقول حجۃ الاسلام امام غزالیؒ لذت کی ان اقسام میں انسان کیساتھ تمام حیوانات بھی شریک ہیں۔ کیا کیڑا نہیں کھاتا، مکھی نہیں کھاتی، وہ جماع نہیں کرتے ؟ یقیناً کرتے

ہیں۔ اگر مقصد صرف انہی لذتوں کا حاصل کرنا ہوتا تو عجیب بات ہے کہ ایک کیڑا اور امریکی یا روسی صدر اس میں برابر ہیں۔ انسان کی ایک خواہش غلبہ پانے کی ہوتی ہے۔ اور بقول امام غزالیؒ اگرچہ اکثر حیوان انسان کے ساتھ اس خواہش میں شریک نہیں، مگر بعض حیوانات پھر بھی شریک ہیں، جیسے انسان بادشاہ ہوتا ہے۔ اسی طرح شیر بھی بادشاہ جنگل ہے۔ جنگل کا بادشاہ جو حکم کرتا ہے، مانا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ انسانی بادشاہ ووٹوں کے ذریعہ بادشاہ بنتا ہے اور شیر کے لئے ووٹوں کی بھی ضرورت نہیں۔ بغیر ووٹ اور انتخابات کے بادشاہ ہے۔

تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی انسان کا امتیازی مقام نہ ہوا۔ حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ دوسری لذت ہے لذتِ اخروی، اس میں چند چیزیں ہیں، ایک دوام یعنی پائیداری دنیاوی لذتوں میں دوام نہیں۔ آخرت باقی چیز ہے تو اسکی تمام چیزوں میں بھی بقاء کی شان ہے اور دنیا فانی ہے۔ تو ہر چیز میں نشانِ فنا ہے۔ جب دنیا میں ایک آدمی بھوکا ہو جاتا ہے تو سیر ہو جانے کے بعد اگر اسے بہتر سے بہتر کھانا بھی پیش کیا جائے تو وہ نہیں کھا سکتا ——— نیز یہاں کسی اعلیٰ چیز کے کھانے کی لذت صرف ایک دو سیکنڈ تک رہتی ہے۔ جب تک وہ چیز زبان پر رہے، نگلنے کے بعد اور نگلنے سے پہلے کوئی لذت نہیں ہوتی بخلاف جنت کے کھانوں کے کہ اگر لاکھوں چیزیں کھائیں تو طبیعت سیر نہ ہوگی اور اس کا مزہ بھی باقی رہے گا۔ اکلھا دائم۔ جنت میں تو عطاءً غیر مجذوذ (نہ ختم ہونے والی بخشش) ہے۔ آخری مزہ جسکا نام میں نے وجدانی لذت رکھا ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی جب شطرنج کھیلتا ہے، بسا اوقات دن گذر جاتا ہے اور کھانا یاد ہی نہیں رہتا۔ کھانے کی لذت جیتنے کی لذت پر قربان ہو جاتی ہے یعنی ایک وجدانی لذت دوسری وجدانی پر قربان ہوتی ہے۔

اور روزہ سے یہ دونوں لذتیں لذتِ آخرت پر قربان ہو جاتی ہیں۔

بھائیو! لذتِ حسیہ کو قربان کر دو۔ صحابہ کرام سے لیکر آج تک کتنے مسلمانوں نے جہاد کیا ہوگا۔ جہاد میں مال و جان قربان کرنا ہوتا ہے۔ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ (اللہ تعالیٰ مومنین کی جان و مال جنت کے بدلے خریدتا ہے) ——— ہمارے جہاد کی تاریخ اسکی گواہ ہے کہ کتنے مسلمانوں نے لذتِ اخروی کیلئے کتنی حسی لذتوں کو ٹھکرا دیا۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

حضورؐ کے زمانہ میں صحابہؓ موت کی تمنا بہت کرتے۔ کیونکہ وہ لذتِ اخروی کے عاشق تھے۔ حتیٰ کہ حضورؐ نے فرمایا کہ موت کی تمنا مت کرو۔ یہ دعا کرو کہ اے اللہ اگر ہمارے لئے زندگی بہتر ہو تو زندہ رکھ اور اگر مرنا بہتر ہو تو بھی آپ کی مرضی ——— (نامکمل) ■■